آسیہ مرزا

من موركھ کی بات نہ مانو

عباد گیلانی بلڈ کینسر جیسے موذی مرض میں مبتلا ہے۔ وہ اپنی بیوی مومنہ کو چھوڑ کر اپنے بیٹے حازم کو اپنے پاس رکھ لیتا ہے اور دوسری شادی عاظمہ سے کرلیتا ہے۔ حازم اپنی سوتیلی ماں عاظمہ اور بھائی بابر کے ساتھ اچھی زندگی گزار رہا ہوتا ہے مگر اپنے باپ عباد گیلانی کی بیماری کی وجہ سے فکرمند رہتا ہے جبکہ عاظمہ اور بابر اپنی سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں۔

حوریہ مومنہ کی بھتیجی اپنی پھوپھو اور اپنی دوست فضا سے بہت محبت کرتی ہے۔ فضا کی ایک امیرزادے سے دوستی ہے اور وہ گھر والوں سے چھپ کر ملتی رہتی ہے۔ حوریہ کو اس بات سے اختلاف ہے، وہ فضا کو سمجھانے کی کوشش کرتی رہتی ہے کہ وہ اس راستے پر نہ چلے۔

عباد گیلانی جب موت کو اپنے قریب دیکھتا ہے تو مومنہ کے باپ یاور علی کو بلاتا ہے اور اپنی غلطیوں کی معافی مانگتا ہے۔ حازم کو خاص طور سے اس کے نانا یاور علی سے ملواتا ہے مگر حازم اپنے نانا سے مل کر اچھے تاثرات کا اظہار نہیں کرتا۔

(اب آگے پڑھیے)

دوسری قسط

Downloaded From
Paksociety.com
READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY

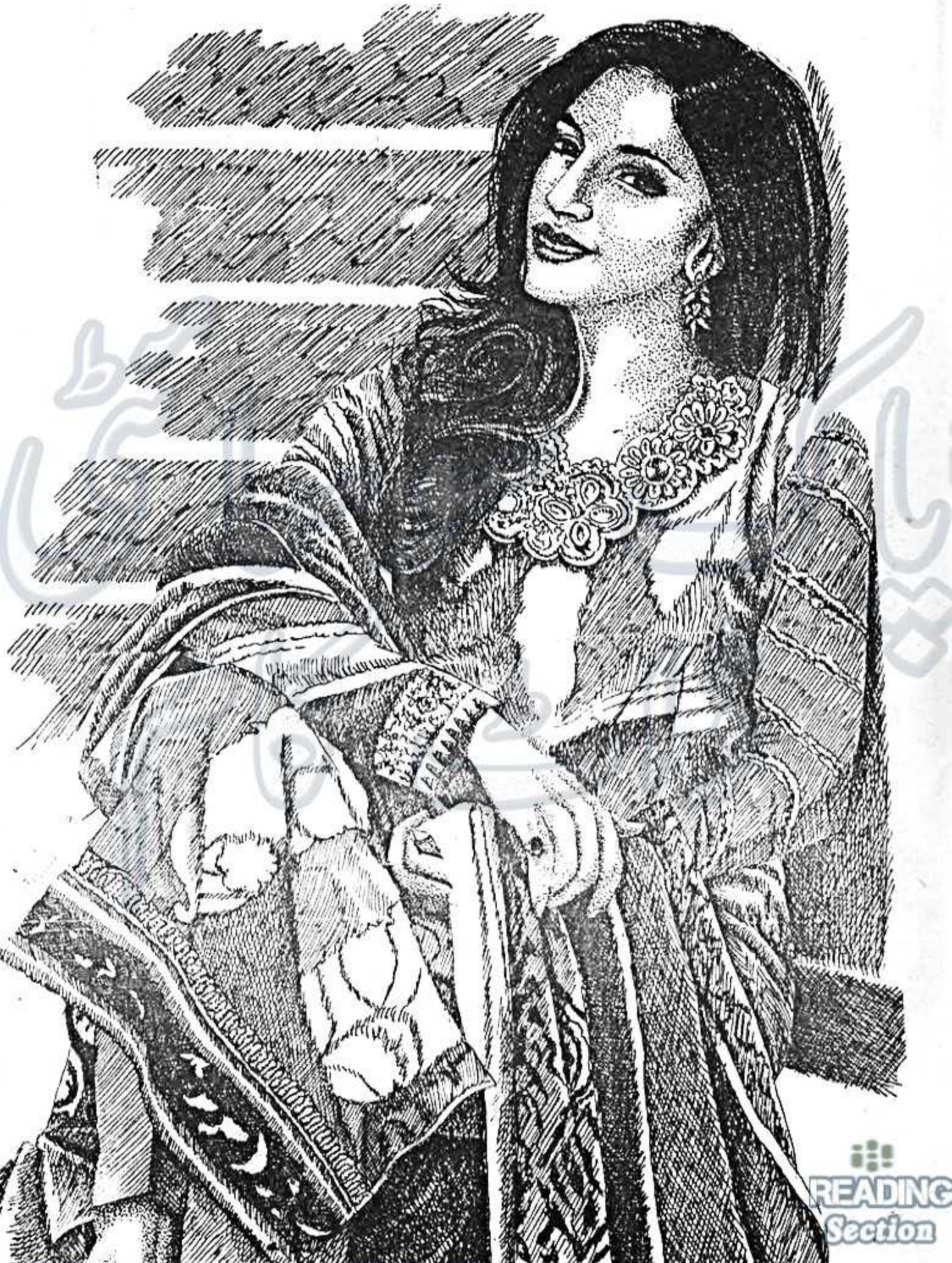

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ایک خوش فہمی سی تھی کہ خون، خون کو دیکھ کر جوش مارے گا، مگر چند لمحے، بے مہری خامشی اور اس کی جانب سے بے اعتنائی کے ساتھ گزر گئے تو انہیں اپنے اس خیال پر ہنسی آگئی۔ یقیناً "صحرا ہی سراب میں مبتلا نہیں کرتا آدمی کو... بلکہ خیال کا ایک سراب بھی ہوتا ہے جو کسی لمحے، کسی بھی وقت آدمی کو جکڑ لیتا ہے اور وہ بھی اس کی اٹھنے والی نگاہوں سے اس سراب میں مبتلا ہو گئے تھے جسے خوش فہمی بھی کہا جا سکتا ہے۔

یقیناً "وہ خالی سیپ سے گہر محبت کی طلب کر رہے تھے جبکہ وہ اپنائیت اور محبت اس کے دل میں ڈالی ہی نہ گئی تھی، اس کا ذائقہ اس کے دل کے لبوں پر اتارا ہی نہ گیا تھا۔

اس نے بڑی بے فیض نگاہوں سے یاور علی کو دیکھا تھا جبکہ یاور علی کی خاموشی منتظر نگاہیں اس کے اندر ایک بار پھر اپنی محبت کی کسی کونپل کی مہک کو ڈھونڈنے لگیں۔

"میرا خیال ہے آپ لوگ اپنی باتیں کریں میں پھر آؤں گا۔"

وہ یک دم نظریں باپ کے چہرے پر جماتے ہوئے بظاہر نرم سے لہجے میں بولا، مگر اس میں بلا کی سرد مہری رچی ہوئی تھی۔

یقیناً "اس کے ذہن کے گوشے میں کہیں بھی نانا سے ملاقات کا تصور نہیں تھا بلکہ "نانا" کا ہی تصور نہ تھا۔

"حازم۔" عباد گیلانی نے مضطرب ہو کر اسے پکارا، مگر وہ دروازہ کھول کر ان کی اس پکار کو سنی ان سنی کرتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

محبوب سے ملاقات کا نشہ ابھی تک اس کی آنکھوں میں چڑھا ہوا تھا بلکہ اس ملاقات سے زیادہ اس شاپنگ کا، جو آج اس نے اس کے ہمراہ کی تھی۔ انسان کی فطرت بھی عجیب ہی ہے وہ صرف محبت سے نہیں بہلنا چاہتا۔ اس کے پیش نظر اس کی مادی خواہشات کا ایک نہ ختم ہونے والا آسمان ہوتا ہے، جس میں اڑے بغیر اسے چین نہیں آتا۔ خصوصاً "اسی وقت جب خواہشات کو پر مل جائیں اور پھر آسمان کی وسعتوں میں گم ہو جاتا ہے، کبھی واپسی کا ہی راستہ بھول جاتا ہے۔

وہ اپنے تئیں اس چھوٹے سے تین کمروں کے گھر میں اپنی یہ شاپنگز چھپائے ہوئے تھی، مگر یہ محض اس کی کم فہمی تھی۔ جہاں آرا بھی قیامت کی نظر رکھتی تھیں۔ وہ کم فہم تھی تو کیا ہوا جہاں آرا تو جہاں دیدہ تھیں۔

"کہاں سے آرہی ہو مہک ہی مہک اٹھ رہی ہے۔" وہ کالج بیگ احتیاط سے ایک طرف رکھ رہی تھی کہ جہاں آرا خاتون یعنی اس کی سوتیلی ماں اس کے پیچھے داخل ہوئیں۔

وہ ان کی اس غیر متوقع آمد پر سٹپٹا گئی۔

"کک... کالج سے۔"

"اس وقت۔"

"روز ہی اسی وقت آتی ہوں۔ اب کچھ نیا ہو گیا کیا۔"

دوسرے پل وہ خود کو سنبھال چکی تھی۔ چادر اتار کر مسہری پر ڈالی۔ لمبی سی چوٹی کو سہلاتے ہوئے پیچھے کیا اور مسہری پر بیٹھ کر پیر سے چپلیں یوں کھینچنے لگی جیسے یہ چپلیں نہ ہوں جہاں آرا ہو جو اس کے وجود سے چمٹ کر رہ گئی تھیں۔

"تمہارے ابا تمہیں یاد فرما رہے ہیں، کپڑے بدل کر باہر آجاؤ، ان کے لیے کھانا لگا رہی ہوں تم بھی ساتھ ہی کھالو۔"

Downloaded From
Paksociety.com

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یہ احسان کرتی ہوئیں وہ اس پر ایک گہری جانچتی نظر ڈال کر اس کے اسٹور نما کمرے سے نکل گئیں۔ وہ گھڑی بھر دم سادھے رہ گئی۔

"ابا... اور اس وقت، مگر وہ تو شام میں آتے ہیں دکان سے، دوپہر کو تو کبھی نہیں آئے۔ خدایا رحم کر۔" اس کے اندر کا چور اس کے دل میں دھکڑ پھکڑ مچانے لگا۔

جہاں آرا خاتون کے تیور بھی کچھ جتانے والے لگ رہے تھے اس سے تو کپڑے بھی نہ بدلے گئے بس منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار کر باہر آگئی۔ وہ اپنی کمزوری ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ حسب عادت اسے دیکھ کر ابا کی پیشانی سلوٹ زدہ ہوگئی۔ چہرے پر بلا کی کرختگی اتر آئی۔

"سلام ابا۔" وہ دسترخوان پر بیٹھنے کے بجائے کرسی پر جا کر بیٹھ گئی۔

"والسلام۔" جواب کھینچ کر آیا۔

"ندیم نظر نہیں آرہا۔" وہ سوتیلے بھائی کا پوچھنے لگی۔

"دکان پر اسے ہی بٹھا کر آیا ہوں۔ سر میں درد تھا سو اس وقت آگیا۔ کبھی آتا ہوں اس وقت...؟" وہ کھنچے کھنچے انداز میں جواب دے رہے تھے۔

"کھانا نہیں کھاؤ گی کیا۔" جہاں آرا نے باورچی خانے کی جالی سے اسے ٹوکا۔

"آکر بیٹھ جاؤ انسانوں کی طرح۔ اب دستر لگا ہوا ہے تو ساتھ بیٹھ کر دو نوالے ہی کھالو۔ روز تو اکیلے، کمرا بند کیے کھانا پینا ہوتا ہے ہم میں بیٹھنے کی فرصت نہیں ملتی تمہیں۔ نت نئی سہیلیاں بنا رکھی ہیں ان کے دیے تحفوں میں بس گم رہتی ہو۔ اب آج باپ آیا ہے تو دو گھڑی باپ کے پاس ٹک کر بیٹھ جاؤ۔ میرے ساتھ تو بیٹھا نہیں جاتا تم سے۔"

جہاں آرا جو شروع ہوئیں تو بس اس کا دل چاہا دستر پر رکھا اسٹیل کا گلاس اٹھا کر یہیں سے اس عورت پر کھینچ مارے۔ ابا کے سامنے اسے نیچا دکھانے کا کوئی موقع نہیں چھوڑتی تھی۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں، ایسی کون سی سہیلیاں مل گئی ہیں تمہیں جو اتنے مہنگے مہنگے تحائف دیتی رہتی ہیں۔" ابا پانی کا گلاس منہ سے ہٹا کر اس پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے بولے۔

"ارے نہیں ابا۔ اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے یہ اماں بھی نا بس۔ انہیں ہر سستی چیز بھی بہت مہنگی لگتی ہے۔" وہ یک دم نبرد آزمائی کی قوت کھینچ لائی اور کرسی اتر کر دستر پر بیٹھ گئی۔

"دوستوں میں چلتا رہتا ہے گفٹس وٹس۔ دینا لینا تو ابا۔" وہ ہنس دی۔

"یہاں تو صرف لینا لینا ہی دکھ رہا ہے۔ کل تم نے جو جوتی پہنی تھی خیر سے ہزار روپے سے اوپر ہی کی ہوگی۔"

جہاں آرا نے روٹی کے تھال اٹھائے باورچی خانے سے باہر آگئیں۔ بیوی کی بات پر ابا کھوجتی نظروں سے بیٹی کو دیکھنے والہ ذرا سا حلق میں اٹکا تھا دوسرے پل منہ زور زور سے چلانے لگے۔

"بڑی بڑی شیشوں والی دکانوں میں ایسی جوتیاں دیکھی ہیں میں نے۔"

"اب تو ہر مہنگے اور برانڈز چیز کا جعلی مارکیٹ میں آگیا ہے، آپ کو دیکھنے میں مہنگے لگتے ہیں، مگر ہوتے سستے ہیں یہ بھی نمبر دو جوتی تھی۔"

اس نے کمال خوب صورتی سے بات سنبھال لی۔ جہاں آرا اسے بس دیکھتی رہ گئیں کم تو سوتیلی یہ بیٹی بھی نہ تھی۔

"چار سو بیس کہیں کی۔" دل میں وہ بھی برا بھلا کہہ کر رہ گئیں۔

"میں دیکھ رہا ہوں تم کالج سے آکر سارا دن کمرے میں بند پڑی رہتی ہو جہاں آرا اکیلے سارے گھر کے کام کرتی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

رہتی ہے' ہاتھ پیر چلا لیا کرو تم بھی۔ ورنہ یہ پڑھاو ڑھائی ختم کرادوں گا۔"
ابا دستر سے اٹھتے ہوئے اسے جھاڑ گئے۔ اس نے خاموشی میں ہی عافیت جانی۔ جہاں آرا جس طرح اسے آج گھیرنے کے موڈ میں تھیں وہ اچھی طرح جانتی تھی۔
"کھانا تو کھالو۔ کہاں چلی۔" ابا کے جاتے ہی اسے بھی دستر سے اٹھتے دیکھ کر انہوں نے گرم گرم چپاتیوں کو ململ کے کپڑے میں لپیٹے ہوئے اسے پکارا۔
"آپ کھالیں۔ میں نے کالج میں برگر کھالیا تھا۔" وہ اپنے اسٹور نما کمرے میں جا کر بند ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

عباد گیلانی نے ایک خفیف سی شرمندگی کے ساتھ تکیے سے سر ٹکاتے ہوئے یاور علی کی طرف دیکھا۔ ماحول پر بے عنوان سا اضمحلال چھا گیا تھا۔
"دراصل وہ شروع ہی سے ایسا ہے اجنبی لوگوں سے ملتے ہوئے گھبراتا ہے۔" ان کے لہجے میں وضاحت بھی تھی اور دفاع بھی۔
"میں اجنبی تو نہیں تھا۔" یاور علی نڈھال سے کرسی پر بیٹھ گئے۔
"خونی رشتوں میں ہزار فاصلے ہوں' مگر اجنبیت نہیں ہوتی۔ ان کی اہمیت کم نہیں ہوتی۔ یہ فاصلوں سے ٹوٹ تو نہیں جاتے' ٹوٹتے اس وقت ہیں' غیر اہم اس وقت ہو جاتے ہیں جب انہیں اہمیت نہ دی جائے' ان کو غیر اہم سمجھا گیا ہو' بصورت دیگر سمجھایا گیا ہو۔ ان کی اہمیت کو ذہن نشین نہ کرایا گیا ہو۔" یاور علی کے لبوں پر بے اختیار شکوہ آگیا تھا۔ دل بری طرح ٹوٹا تھا دھواں تو نکلنا تھا۔
"مگر تم ان باتوں کو کیا سمجھو گے عباد۔ بڑی بڑی کوٹھیوں میں رہ کر آدمی کی سوچ بہت چھوٹی ہو جاتی ہے اس کے قد کی طرح۔ اتنا پستہ قد دکھائی دے تو رشتوں کا وجود کہاں رہ جاتا ہے۔" پھر خود کلامی سے انداز میں بولے۔
"مسئلہ یہ ہے کہ رشتہ غیر مادی حقیقت ہے۔ اس کا مادیت سے کوئی تعلق نہیں۔"
عباد گیلانی نے ایک پل آنکھیں میچ لیں۔ اس کے ذہن کی رو ایک بار پھر حازم کی طرف بہنے لگی۔ جس طرح حازم اس پر ایک سرد سی نظر ڈال کر گیا تھا اس کے دل میں یخ بستگی سی پھیل رہی تھی' ہر سانس سینے میں اٹکتی محسوس ہو رہی تھی۔ ایسے یوں تو اس کی طرف سے ایسی ہی حیرانگی کی امید تھی' مگر اس نے محسوس کیا تھا کہ اس نظر میں فقط حیرت نہیں تھی ایک یخ بستگی تھی اور اس یخ بستگی اور سکوت میں سلگتا الاؤ دہک رہا تھا۔
اور وہ سوچ رہا تھا کہ اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اسے اس ساری حقیقت کو بے نقاب کرنا ہو گا جسے وہ بے نقاب کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔ وہ سارے سچ کھولنے پڑیں گے جو اس کے دل کی قبر میں دفن تھے۔
آہ.... قبر کو کھودنا آسان تو نہیں ہوتا' اب دفناتے ہوئے سچ کا چہرہ دیکھنا اور دکھانا تھا اسے....

☆ ☆ ☆

حازم اسپتال سے سیدھا گیلانی ہاؤس چلا آیا۔ اس کا ذہن بری طرح منتشر تھا۔ وہ گلاس ڈور دھکیل کر سیدھا اپنے بیڈ روم میں چلا گیا۔ اس کا بیڈ روم کا سیاہ نقشی والا دروازہ بے آواز کھل کر پھر اسی انداز میں اپنی فریم میں فٹ ہو گیا۔ عباد گیلانی اور اس کو ٹھی کا پرانا ملازم امیر علی اس کے تیور دیکھ کر گھبرا کر تیزی سے حازم کی طرف بڑھا۔ اس کا دل عباد گیلانی کی طرف ہی گیا تھا اور انجانے اندیشوں سے لرز گیا۔
اس نے گولڈن رنگ کے خوب صورت لاک کو گھمایا تو دروازہ اندر سے بند تھا۔
"حازم صاحب!" اس نے دروازہ ہلکے سے بجایا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"کیا بات ہے امیر علی۔" بابر پرفیوم سے مہکتا ادھر سے گزرا اور امیر علی کو حازم کا دروازے کے باہر حیران پریشان کھڑے دیکھ کر رک گیا۔

"کیا مسئلہ ہے؟"

"وہ جی۔ حازم صاحب آتے ہی کمرے میں بند ہو گئے ہیں دروازہ لاک کر دیا ہے۔"

"لاک کر دیا ہے۔ کیوں؟" وہ حازم کے دروازے کے ہینڈل کو گھمانے لگا پھر کچھ سوچ کر جیب سے اپنا موبائل نکال کر حازم کے نمبر پش کرنے لگا۔ دو چار ریپ کے بعد اس کے موبائل پر حازم کی آواز ابھری۔ بابر جلدی سے بولا۔

"کیا بات ہے حازم۔ پاپا تو ٹھیک ہیں آئی مین (میرا مطلب ہے) تم نے اس طرح دروازہ لاک کیوں کیا ہوا ہے۔"

"میں تھک گیا ہوں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ ہاں پاپا ٹھیک ہیں۔" اس نے مختصر جواب دے کر لائن کاٹ دی۔

بابر نے موبائل کو گھورا پھر امیر علی کی طرف نظر ڈال کے کندھے اچکائے اور سٹی بجاتا داخلی دروازے کی جانب چل دیا۔

امیر علی اس ماں بیٹے کی اس بے مروتی پر اکثر دل مسوس کر رہ جاتا تھا۔ اسے اپنے صاحب عباد گیلانی سے بہت محبت تھی اور حازم سے وہ بے انتہا پیار کرتا تھا وہ اس کی نظروں کے سامنے بڑا ہوا تھا۔ رات دیر تک باغیچے کی ٹھنڈی گھاس پر چہل قدم کرتے ہوئے وہ خود کو کسی حد تک سنبھال چکا تھا۔ امیر علی اسے بلیک کافی دیتے ہوئے عباد گیلانی کی خیریت پوچھنے لگا۔

"ہوں۔ بس تم دعا کیا کرو امیر علی۔" حازم نے ایک افسردہ سانس کھینچتے ہوئے جواب دیا۔

"دعا تو ہر لمحہ ہر آن لبوں سے نکلتی ہے ان کے لیے' یہی تو واحد سہارا ہے اور دعا ہی تو ہر مومن کا ہتھیار ہے جی۔" امیر علی کی آواز بھرا گئی۔ اس نے کافی کے سپ لیتے ہوئے ابرو کو ہلکی سی جنبش سے اٹھاتے ہوئے امیر علی کو دیکھا۔

"تم پاپا کے لیے کیا دعا مانگتے ہو' میرا مطلب ہے کس طریقے سے مانگتے ہو۔"

"بس جی۔ اسی انداز سے جو بچپن سے مانگتے آئے ہیں۔ دعا تو بس دعا ہوتی ہے۔" امیر علی سوال پر تھوڑا الجھا تھا اسے یہ سوال کچھ عجیب سا لگا۔

"میرا مطلب ہے تم عربی میں پڑھتے ہو یا اپنی ہی زبان میں مانگتے ہو۔" وہ مگ رکھ کر سگریٹ کیس سے سگریٹ نکالتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"اپنی ہی زبان میں مانگ لیتا ہوں جی۔ سنتا تو اسی ایک ذات نے ہے' کسی بھی زبان میں مانگ لو' اس کے لیے سمجھنا کون سا مشکل ہے' وہ تو اپنے بندے کے دل کا حال' اس کی نیت دیکھتا ہے جی' زبان ہے اسے کیا لینا دینا۔" امیر علی کسی فلسفی کی طرح بولا۔

"ہوں۔" حازم لائٹر سے سگریٹ کی ٹوپ پر کھٹ کھٹ کرتے ہوئے ایک ہلکی سی سانس بھر کر رہ گیا۔ امیر علی کافی کا خالی مگ اور پانی کا گلاس ٹرے میں رکھ کر اندر بڑھنے لگا' مگر یک دم کچھ یاد آنے پر پھر رک گیا۔

"وہ صاحب... کسی یاور علی کا فون آیا تھا پر میں نے آپ کا دروازہ نہیں بجایا۔"

"کیا..." اس کی ساری حسیات یک دم بے دار ہو گئیں۔ پھر یک دم لب بھینچ کر عجیب بھنچے بھنچے لہجے میں پوچھا۔

"کیا کہہ رہے تھے۔"

"کچھ نہیں۔ بس آپ کی خیریت پوچھ رہے تھے' میں نے کہا وہ سو رہے ہیں تو کہنے لگے سونے دو۔ پھر بہت سی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دعائیں دے کر فون رکھ دیا جی۔" امیر علی یہ کہہ کر اندر کی جانب چل دیا۔ حازم کے تصور میں وہ باریش نورانی چہرہ آگیا۔

"یہ تمہارے نانا ہیں۔" اسے اپنے باپ کے منہ سے نکلا ہوا یہ جملہ بڑا عجیب سا لگا تھا۔ اس رشتے کا تو تصور بھی نہ تھا' اس رشتے میں کیسی مٹھاس ہوتی ہے' کیسی رغبت ہوتی ہے وہ نا آشنا تھا۔ ہاں اس رشتے کے حوالے سے کڑواہٹ' تلخی اور زہر کی لہریں اس کی نس نس میں اترتی جارہی تھیں۔

ایک تلخ کہانی جو اس کی ماں سے منسوب تھی بس وہی اسے یاد تھی۔ اور اس کے ذائقے کی کڑواہٹ اس کے خون میں پھیلی ہوئی تھی' اس کہانی کا سب سے بدہیت اور مکروہ کردار ہی یاور علی تھا۔ اس کے باپ کی زندگی میں زہر گھولنے والوں کو وہ کیسے معاف کر سکتا تھا۔

وہ نفرت سے سر جھٹک کر سگریٹ کے گہرے گہرے کش لگانے لگا۔

☆ ☆ ☆

کبھی خامشی طویل ہو جائے تو وحشت ہونے لگتی ہے اور خاص کر ایسی خامشی جو محض فرار کے لیے اوڑھی گئی ہو۔ مومنہ کو یقین تھا ابا جی۔ (یاور علی) کی ایسی خامشی کے پیچھے فرار تھا۔

"شکستگی کا عذاب موت سے زیادہ اذیت ناک اور تکلیف دہ ہوتا ہے ایک بار مرنا آسان ہے ابا جی۔ بار بار بکھرنے اور ٹوٹنے کا عمل ناقابل برداشت ہوتا ہے۔" وہ بالآخر کئی لمحوں کی جامد خامشی کا سینہ چیرتے ہوئے بولی۔

"آپ کے گھر میں اٹھنے والے قدموں سے میں نے جان لیا تھا کہ آپ اپنے قدموں پر واپس نہیں آئے ہیں۔" وہ یاس بھرے انداز میں ہنس دی۔ دراصل لاشعوری طور پر تو وہ خود بھی ایک ایسی ہی امید کے سہارے لمحے گن رہی تھی۔ دھچکا تو اسے بھی لگا تھا۔ یاور علی نے متورم آنکھیں بامشکل اٹھا کر اس کی طرف دیکھا پھر کھڑکی کی طرف چہرہ موڑتے ہوئے بولا۔

"اسی تکلیف اور اذیت کو مجھ سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔ میری طرح کون بکھر بکھر کر جڑا ہوگا اور جڑ جڑ کر بکھرا ہوگا۔"

مومنہ ان کی طرف دیکھتی رہ گئی۔ کچھ کہنے کی خواہش مچل کر اندر ہی دم توڑ گئی جیسے کوئی بپھری ہوئی موج سطح سمندر پر آنے سے پہلے ہی دم توڑ جائے۔ وہ فقط متاسفانہ سی سانس بھر کر رہ گئی۔ یاور علی یک دم اپنے بکھرے خیالات کو سمیٹتے ہوئے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ سفید دوپٹے کے ہالے میں اس کا سنہری چہرہ دھندلا رہا تھا۔

"نہیں مومنہ۔ جو تم سوچ سمجھ رہی ہو ویسا کچھ نہیں ہے' میں دراصل عباد کو دیکھ کر بہت زیادہ دکھی ہو گیا ہوں۔ حازم سے تو میری ملاقات ہی نہیں ہو سکی۔ وہ ڈاکٹرز سے کچھ میٹنگز میں مصروف تھا۔" وہ جلد سے بولے۔ مومنہ بہت غور سے باپ کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ عباد گیلانی کے نام پر ایک مانوس سی اذیت دل کو چھو گئی۔

"ملاقات ہو بھی جاتی تو اسے کون سا آپ کے ساتھ آجانا تھا۔" وہ چائے کے خالی برتن سمیٹنے لگی۔ اس کا انداز خود کلامی سا تھا۔

"تم پوچھو گی نہیں کہ عباد نے مجھے کیوں بلایا تھا۔" یاور علی بولے۔ وہ ٹرے اٹھاتے اٹھاتے پھر بیٹھ گئی اور مبہم سے انداز میں مسکرا دی۔

"نہیں۔ اس لیے کہ میں جانتی ہوں موت کی آہٹیں سننے والے انسان کی کیا تمنا ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے اسے اپنے کردہ ناکردہ خطاؤں کی آپ سے معافی مانگنی ہو اور شاید اس طرح وہ آخرت بھی کما لینا چاہتا ہوگا۔"

"تو کیا مجھے اسے معاف نہیں کرنا چاہیے۔" یاور علی نے چونک کر اسے دیکھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"یہ تو ہر انسان کا اپنا ظرف ہے' میں آپ کی کسی نیکی کے درمیان کیسے آسکتی ہوں۔" وہ بے تاثر لہجے میں کہہ کر اٹھ گئی۔

"ہاں۔ وہ مجھ سے معافی کا طلب گار تھا۔" مومنہ طنز سے ہنسی۔

"اور آپ نے اسے معاف کردیا ہوگا۔"

"ہاں صورت حال ہی کچھ ایسی تھی۔" یاور علی ایک گہری سانس کھینچ کر اسے کمرے سے جاتا دیکھتے رہے وہ نئے سرے سے اسی تکلیف اور درد سے گزر رہی تھی وہ اچھی طرح جانتے تھے' مگر عباد کے پاس جانا ان کی مجبوری تھی۔

☆ ☆ ☆

حوریہ کالج جانے سے پہلے یاور علی کے پورشن میں آکر مومنہ کے کمرے تک آئی' مگر کمرہ بند ملا۔ اندر سے انہوں نے لاک لگایا ہوا تھا۔ رات بھی وہ دوبار چکر لگا چکی تھی' مگر کمرہ بند تھا اس نے یاور علی سے پوچھا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

"ہو سکتا ہے طبیعت ست ہو۔ سو رہی ہو۔" حوریہ مایوس سی ہو کر لوٹ گئی' مگر صبح بھی کمرہ بند ملا تو اس کی تشویش بڑھ گئی۔

"ایسا تو کبھی نہیں ہوا امی کہ پھپھو یوں رات سے کمرہ بند کیے پڑی ہوں۔" وہ کالج بیگ میں جرنل ڈالتے ہوئے تشویش سے بولی۔

"طبیعت ٹھیک نہیں ہوگی۔"

"تو دروازہ تو کھولیں' کیا اندر اس طرح اکیلے پڑے پڑے ٹھیک ہو جائیں گی۔"

"اچھا میں پوچھتی ہوں تمہیں کالج دیر ہو رہی ہے تم جاؤ۔" امی نے اسے پچکارا۔

"میرا تو اس طرح کالج جانے کا دل نہیں کر رہا ہے۔"

"اوہ۔ ہوں۔ کالج نہیں جاؤ گی تو مومنہ خفا ہوگی' تم جاؤ۔ فکر مت کرو۔ کبھی کبھی وہ ایسا کر لیتی ہے اسے اس طرح تنہائی میں سکون ملتا ہے۔ ارے میں نے کہا نا میں جاتی ہوں اس کے پاس۔ تم کالج جاؤ۔" امی نے اسے تھپکا۔ وہ جانتی تھیں وہ مومنہ سے بے حد محبت کرتی تھی۔ اس کے ساتھ لگی رہتی تھی اور جتنی مومنہ میں اس کی جان تھی اتنی ہی مومنہ کی وہ بھی جان تھی۔

وہ بے دلی سے کالج چلی آئی' مگر یہاں فضا کو جدید تراش کے کپڑوں میں ملبوس دیکھ کر اس کی جان ہی جل گئی گویا آج بھی وہ اس کے ساتھ گھومنے پھرنے جانے والی تھی۔ خوب صورت لباس کے ساتھ ہلکی پھلکی میچنگ کی جیولری بھی پہنی تھی۔ اپنی کلائی میں پہنا ہوا بے حد قیمتی بریسلیٹ اس کے آگے لہرایا۔ صاف ستھری گداز گندمی کلائی میں بریسلیٹ دمک دمک کر اپنی قیمت خود ہی بتا رہا تھا۔

"اچھا ہے اور مہنگا بھی' مگر بدلے میں اس نے تم سے کیا وصول کیا؟"

حوریہ کے لہجے میں توصیف نہیں تھی بلکہ ایک استہزائیہ مسکراہٹ تھی۔ وہ دونوں باغیچے کے احاطے میں سیمنٹ کی بنی کیاری پر بیٹھ گئیں۔ اس کا دل پریڈ لینے سے اچاٹ ہو گیا تھا اور فضا تنویر کا تو دل یوں بھی کالج آکر بھی پھر سے اپنے محبوب کے سنگ اڑ جانے کو مچلتا رہتا تھا۔

"زیادہ طنز کرنے کی ضرورت نہیں ہے مجھ سے وہ کیا وصول کرے گا بھلا۔ اس کے پاس کس چیز کی کمی ہے کیا۔" وہ نظریں چرا کر گھاس کے تنکے سے کھیلنے لگی۔ حوریہ کو اس کی اس بناوٹی معصومیت پر چڑ کر غصہ آیا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"اتنی ناسمجھ تو تم بھی نہیں ہو۔" وہ اس کے سراپے کا از سر نو جائزہ لینے لگی۔
نیلے اور سفید کنٹراس کی قمیص حد سے زیادہ چست تھی۔ اس کے گداز بدن کا ایک ایک انگ نمایاں ہو رہا تھا 'جو کسی بھی ہوش مند کے ہوش اڑانے کو کافی تھا اور مقابل اگر فقط تن کا ہی خواہش مند ہو تو... اسے جانے کیوں جھرجھری سی آگئی اس نے نظریں سامنے درخت پر مرکوز کر دیں۔
"عورت پرفیوم کی بوتل کی طرح ہوتی ہے ڈھکن مضبوطی سے بند رہے تو مہکتی رہتی ہے جیسے ہی ڈھکن کھلا رہ گیا خوشبو اڑ جاتی ہے اور بوتل خالی ہو کر اپنی قیمت کھو دیتی ہے۔ مجھے بہت ڈر لگتا ہے فضا' بہت زیادہ ڈر۔" وہ کہنا چاہتی تھی' مگر فقط سوچ کر رہ گئی کہ فضا نے کون سی اس کی بات سن کر سمجھ لیتی تھی۔ وہ تو اس اجنبی آشنا کی محبت میں تند لہروں میں کھلکھلاتی بہہ رہی تھی۔ سامنے منہ پھاڑے سمندر کی گہرائی سے بے نیاز کہ کبھی بھی کوئی تند لہر اسے ڈبو سکتی تھی۔
"مسئلہ یہ تھا کہ ابھی تمہارے اردگرد اتنی روشنیاں رنگینیاں سما دی گئی ہیں کہ تمہیں آگے پھیلا رسوائی کا اندھیرا دکھائی نہیں دے رہا' مگر خدانہ کرے کہ تمہارے لیے یہ اندھیرا ہو' مگر..."
"تم اس سے ملی نہیں ہو نا۔ ایک بار مل لو۔ تمہاری رائے بدل جائے گی۔ آئی سویر۔ تمہیں بھی محبت ہو جائے گی پتا چل جائے گا اس آگ میں کیسا نشہ ہے۔"
"نشہ بہرحال کوئی اچھی چیز نہیں ہوتی۔" حوریہ اسے خواب ناک ماحول سے کھینچ لائی۔ فضا نے اسے گھور کر دیکھا۔
"قسم سے تم بھی نا... خوش بھی نہیں ہونے دیتی ہو۔" فضا نے اسے شکوں کناں نظروں سے گھورا۔
"یہ خوشی نہیں ہے بدمستی ہے اور بدمست انسان اپنے نفع نقصان کے احساس سے بے نیاز ہو جاتا ہے جو اچھی بات نہیں ہے۔"
"حوریہ آخر تم ایسا کیوں بولتی ہو۔ کیا مجھے محبت کرنے کا' محبت میں بدمست ہونے کا حق نہیں ہے۔" اس کا لہجہ سلگا سلگا سا تھا۔ وہ حقیقتاً "چڑ گئی تھی۔
"یہ محبت نہیں ہے فضا۔ محبت کبھی چھپے ہوئے تنگ و تاریک راستوں پر سفر نہیں کرتی ایسی ایسی تنگ و تاریک بند گلیوں جیسے راستوں پر فقط فریب پلتے ہیں دیدہ زیب دلکش فریب جو نفس کی لگامیں چھوڑ دینے والی اندھی لڑکیوں کو دکھائی نہیں دیتے۔ محض جسم کی خواہش میں لپٹی محبت سراسر رسوائی اور خوف ناک انجام ہے اسے کہو کہ اگر وہ محبت کا مطلب سمجھتا ہے تو تمہیں یوں سڑکوں' پارکوں میں لے لے کر نہ پھرے بلکہ محبت کا ثبوت دیتے ہوئے تمہارے ماں باپ سے بات کرے۔ تمہیں عزت سے بیاہ کر لے جائے۔" وہ رسان سے اسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگی۔ جواباً" فضا نے اسے استہزائیہ مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا۔
"تم مجھے یہ باور کیوں کراتی رہتی ہو کہ وہ محض فلرٹ کر رہا ہے' کس بنیاد پر تم یہ بات سوچتی اور کرتی ہو۔"
حوریہ نے ایک تاسف آمیز سانس بھری۔
"میں تمہاری خیر خواہ ہوں' بس میرا مقصد تمہیں تمہاری نسوانیت اور وقار کی اہمیت کا احساس دلانا تھا' تم اتنی ارزاں نہیں ہو فضا۔ چند مادی خواہشوں کے منہ زور لہروں کے آگے تنکے کی طرح نہ بہہ جانا۔ محبت کے نام وہ نہ کھو دینا جسے کھو کر پھر پا نہیں سکتے۔" فضا نے اس کی بات پر بھینچی بھینچی سانس کھینچی اور تلخی سے سر جھٹک کر بولی۔
"خوشیوں اور آسودگی پا لینے کا یہ راستہ اگر غلط ہے تو غلط ہی سہی۔ عزت نفس' پاکیزگی' وقار اونہہ۔" وہ تحقیر سے ہنسی۔
"میں اپنے ماحول سے حد درجہ بے زار اور تنگ آگئی ہوں حوریہ... غربت' افلاس' دکھ انہی مسائل دیکھ دیکھ کر

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

گھونٹ گھونٹ پی پی کر' میں تھک چکی ہوں' ان محرومیوں نے میرے سوچنے کا طریقہ بدل ڈالا ہے۔"
"تم نہیں سمجھ سکتی حوریہ۔ چونکہ تم نے غربت' افلاس' تنگ دستی اور محرومی دیکھی نہیں ہے۔ ان کانٹوں کی اذیت محسوس نہیں کی۔ شرافت پاکیزگی کے اونچے مینارے پر کھڑے ہو کر واہ ملتی نہیں ہے' محرومیاں ختم نہیں ہوتیں۔ ہم لوئر مڈل کلاس ہی رہیں گے۔ کچھ نہیں ملے گا' اس شرافت کی اوڑھنی اوڑھے رکھنے سے بھی۔"
"تو کیا پستی میں اتر کر سب محرومیاں دور ہو جائیں گی۔ سارے مسائل ختم ہو جائیں گے۔"
"ہو سکتا ہے۔" وہ نظریں دور دیوار پر مرکوز کرتے ہوئے دھیمے بجھے لہجے میں بولی۔ پھر گھاس کے تنکے نوچ کر فضا میں اچھالتے ہوئے بولی۔
"میں تمہارے ان فلسفوں پر کان نہیں دھر سکتی بس اب اپنے لیے جینا چاہتی ہوں' میں بھی ایک عمدہ اور پر تعیش زندگی گزارنا چاہتی ہوں' گاڑی' بنگلہ اور خوب صورت شریک سفر۔ ان سب کی خواہش میرے اندر بھی ہے۔" حوریہ نے دیکھا اس کی آنکھوں کے کناروں پر ہلکی سرخی تیر رہی تھی اس سرخی کے عقب میں سلگتی خواہشوں کا دھواں تھا۔
"میرے لیے یہ صحرا پہ منڈلانے والا سیاہ گھنگھور بادل کی طرح ہے' میں اس سے منہ نہیں موڑ سکتی۔" اس کا لہجہ قطعی تھا۔ وہ اٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔
حوریہ نے اسے نہیں روکا۔ خود اس کا دل بھاری بھاری سا ہو رہا تھا۔ جیسے دل کے اندر بہت کچھ ٹوٹ سا گیا ہو۔ وہ اپنا بیگ اٹھا کر کلاس روم کی طرف بڑھ گئی۔

☆ ☆ ☆

فیصلوں کی ندامت سے
تکلیف دہ دکھ نہیں ہوتا
وقت کے دشت بے برگ میں
واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہوتا

عباد گیلانی کی نظریں چھت پر مرکوز تھیں۔ وہ حازم کی طرف دیکھنے سے دانستہ گریز کر رہے تھے' وہ بہت چپ چپ سا تھا۔ ڈاکٹر زمان سے ہی ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا پھر ڈاکٹر کے جانے کے بعد کرسی دیوار سے لگا کر بیٹھ گیا۔
"ناراض ہو مجھ سے۔۔۔" دہکتی خامشی کے یہ لمحے عذاب محسوس ہو رہے تھے۔ اس ہی اذیت سے گھبرا کر عباد گیلانی نے بیٹے کی طرف رخ موڑا اور پست آواز میں بولے۔
"یہ خیال کیونکر آیا آپ کو۔"
"تمہارے رویے سے۔"
"میرا رویہ۔۔۔ میرے رویے کو کیا ہوا ہے۔" وہ بے مقصد مسکرانے لگا' مگر اس کی آنکھیں اس کا چہرہ سرد سردی کیفیت میں رہا۔
"آنکھیں ہماری قلبی کیفیات سے مشروط ہوتی ہیں۔ تمہاری آنکھوں میں میرے لیے بہت خفگی ہے بے حد ناراضی ہے' ضروری نہیں تم مجھ سے بچوں کی طرح لڑ جھگڑ کر ہی یہ ناراضی ظاہر کرو۔" وہ افسردگی سے ہنس پڑے۔ حازم ان کی طرف دیکھنے لگا پھر ایک ہلکی سانس بھر کر اٹھ کر ان کے سرہانے آ کر بیٹھ گیا۔
"آپ ڈاکٹر زمان کی بات مان کیوں نہیں لیتے U.K میں آپ کا علاج بہت بہتر ہو گا کم از کم یہاں سے بہتر۔ یہاں تو کوئی پروگریس نہیں ہو رہی ہے۔"

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"بات کو مت ٹالو حازم۔ یہ بتاؤ تمہیں میری کون سی بات بری لگی ہے۔" انہوں نے ذرا سا سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور اس کا ہاتھ اپنے نحیف ہاتھ میں جکڑ لیا۔

"شاید تمہارے نانا کا تعارف تمہیں پسند نہیں آیا' مگر یہ حقیقت ہے اور حقیقت نظریں چرانے سے خواب نہیں ہو جاتیں۔"

"مگر وہ میرے لیے خواب ہی ہیں ڈراؤنا خواب۔ جسے میں دیکھنا نہیں چاہتا۔" وہ رکھائی سے بولا۔ عباد گیلانی نے تڑپ سے گئے۔ کچھ کہنے کی خواہش میں لب فقط کانپ کر رہ گئے۔

وہ ایک ناقابل برداشت اذیت سے خود کو گزرتا محسوس کرنے لگا۔ حازم کا کوئی قصور نہیں تھا اس کے لہجے سے ٹپکتا نفرت اور تنفر کا زہر خود ان کا اپنا انڈیلا ہوا تھا۔

مگر آج بستر مرگ پر پڑے پڑے اس کے منہ سے ابلتا یہ زہر اسے اپنے وجود پر آتشیں سیال کی طرح گرتا محسوس ہونے لگا۔ اسے پہلی بار پتا چلا کہ اعتراف جرم کرنا کس قدر مشکل ہے۔

وہ گردن جو کبھی خدا پاک کی ہزار نافرمانیاں کرنے کے باوجود اس حقیقی مالک کے آگے اعتراف گناہ سے نہ جھکی تھی ایک بندہ بشر کے آگے کیسے جھک جاتی۔۔۔ مگر اب اسے دل پر رکھا یہ بوجھ ناقابل برداشت حد تک اذیت آمیز لگ رہا تھا۔

"اگر میں تم سے ایک بات کہوں تو کیا تم مانو گے میری بات۔" وہ لمحے توقف کے بعد اس کا ہاتھ سہلاتے ہوئے بولے۔ حازم نے سوالیہ نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔

"تم اپنے نانا سے تعلق جوڑ لو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم۔۔۔" ان کی بات ادھوری رہ گئی۔ حازم نے اس کی بات کاٹ دی۔

"پاپا۔۔۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ان حالات میں آپ کو رشتوں ناطوں کی کیا پڑی ہے' یہ مردہ گھڑے اکھاڑنے کی کیا ضرورت ہے' آپ پہلے ری کور ہو جائیں ہم اس ٹاپک پر پھر کبھی بات کرلیں گے' یہ کوئی اتنا امپورٹینٹ میٹر نہیں ہے۔" اس کے لہجے میں اتنی تلخی تھی کہ عباد گیلانی کو لگا زہر سے بھرا جام الٹ گیا ہو۔

"یہ اتنا ہی امپورٹینٹ میٹر ہے حازم۔ تم سمجھنے کی کوشش کرو۔" اب کے اس کے لہجے میں دبی دبی خفگی تھی۔

"امیزنگ۔۔۔" وہ طنز سے ہنسا۔

"وہ لوگ جن کا میں نے بچپن سے اچھے لفظوں میں کبھی ذکر نہیں سنا' یہ آج اتنے اہم کیونکر ہو رہے ہیں آپ کی نظر میں۔" اس کی استہزائیہ آمیز مسکراہٹ تیز ہو گئی۔

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ ان رشتوں کو آپ میری زندگی کی ڈکشنری سے نکال چکے ہیں یہ سب میری لیے مر چکے ہیں اور کیا مرے ہوئے زندہ ہو سکتے ہیں۔"

"تم طنز کرنے میں حق بجانب ہو۔" عباد گیلانی نے خفیف سی ندامت سے نظریں چرا کر سامنے دیوار پر مرکوز کرلیں۔

"میں طنز نہیں کر رہا ہوں' میں تو بس بتا رہا ہوں کہ یہ سارے۔۔۔"

"بس چپ ہو جاؤ حازم۔" وہ جیسے کراہائے تھے اسی پل یاور علی اپنی اسٹک کے سہارے دھیمے قدموں سے اندر آرہے تھے' ان کے چہرے کے زاویوں میں بے نام سا کھنچاؤ تھا' عجیب سی یاسیت دل کو گھیر رہی تھی۔ حازم ان کو دیکھ کر لب بھینچ کر نظروں کا زاویہ بدل گیا۔ جبکہ عباد گیلانی انہیں دیکھ کر تکیہ کے سہارے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"رشتوں کو غیر اہم سمجھ لینے سے یہ غیر اہم نہیں ہو جاتے۔ ان کا تعلق روح کی جڑوں سے جڑا ہوتا ہے' ہماری عارضی کج روی' بے گانگی اور لاتعلقی ان کو بے شک نمو نہیں بخشتی' پھلنے پھولنے نہیں دیتی' مگر انہیں اکھاڑ بھی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نہیں سکتی۔ تعلق، رشتے ابدی ہوتے ہیں پیدائشی، ہر بچہ اس زنجیر سے بندھا ہوا پیدا ہوتا ہے ان سے تعلق ظاہر رکھو یا نہ رکھو، انہیں توجہ کا پانی دو نہ دو، یہ نہ مرجھائیں گے نہ سوکھتے ہیں۔"

"اوہنہ ببول جو ہوئے۔" حازم تلخی سے ہنس دیا۔ یاور علی کو دیکھ کر اس کے چہرے پر تناؤ کی آمیزش بڑھ گئی تھی۔ عباد گیلانی ایک خفیف سے احساس شکست کے ساتھ تکیے پہ سر ڈال گئے۔ کمرے میں یکلخت اس کے لہجے سے امڈنے والی تلخی کا جیسے کڑوا کڑوا سکوت پھیل گیا۔ یاور علی اس حد تک سخت رویے کی توقع شاید نہیں کر رہے تھے۔ وہ اپنے کشیدہ اعصاب کو سنبھالتے ہوئے ایک ہلکی سی سانس بھر کر عباد گیلانی کے نزدیک خالی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"اوکے بابا۔ میں چلتا ہوں۔" حازم جیب سے اپنا سیل فون نکالتے ہوئے یاور علی کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے عباد گیلانی سے بولا۔

"بیٹھو حازم مجھ کچھ باتیں کرنی ہیں تم سے۔"

"پاپا اس وقت آفس کے ایک دو بہت ضروری کام ہیں وہ نمٹا کر میں آؤں گا۔" اب کے وہ قدرے نرم روئی سے بولا۔

"ٹھیک ہے تم اتنے فرمانبردار نہیں تھے کبھی، مگر اتنے نافرمان بھی نہیں تھے حازم۔" عباد کسی کم سن بچے کی طرح اس سے ناراض نظر آنے لگے۔

"میں نے کہا نا، میں رات کو چکر لگاتا ہوں۔" وہ عباد گیلانی کے نزدیک آیا۔

یاور علی نے محسوس کیا وہ ذاتی طور پر ایک نرم خو لڑکا تھا اس کے اطوار میں بڑی ملائمت تھی، وہ اس طرح کا ردعمل کرنے پر دلی طور پر مجبور تھا۔ وہ عباد گیلانی کو تھپک کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد عباد گیلانی نے بڑی شکستہ نظروں سے یاور علی کو دیکھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اسے کس طرح قائل کروں۔ اس سے کیا کہوں؟"

"وہی جو سچ ہے، سچ کہنے میں تردد کیسا، سوچ بچار کیسی۔" یاور علی کا لہجہ نیم استہزائیہ تھا۔

"میں نے اپنی زندگی میں اس نوبت کا کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔" وہ خود آزردگی کی کیفیت میں تھا۔

"جس طرح گناہ سے آلودہ زندگی گزارنے کے بعد توبہ کی کیا امید۔" اس نے آنکھیں بند کرلیں، جیسے اتنا ہی اس کے بس میں تھا۔ ایک آنسو لڑھک کر اس کی کنپٹی کے بالوں میں جذب ہو گیا۔

"ناامیدی کفر ہے بڑے سے بڑا گناہ بھی حقیقی توبہ سے دھل جاتا ہے، یہ دروازہ ہر انسان کے لیے رب العزت نے کھول رکھا ہے، یہ خیال فاسد اور سراسر شیطان کی طرف سے آتا ہے۔ وہ مایوسی پیدا کر کے کفر کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔" یاور علی کرسی کھینچ کر ان کے نزدیک ہو گئے، ان کا لہجہ خود بخود نرم اور لچک دار ہو گیا۔ جیسے کوئی خشک زمین پر یکلخت پانی گرا ہو۔ شاید عباد گیلانی کی آنکھ سے نکلا آنسو ان کے دل کی خشک زمین پر گرا تھا۔

"بزرگ فرماتے ہیں "ناامیدی کی طرف نا جاؤ کیونکہ امید کے بے شمار راستے ہیں، تاریکی کی طرف مت دیکھو، کیونکہ بے شمار سورج موجود ہیں، بس توبہ کرلو تو سارے گناہ ختم ہو جاتے ہیں۔" عباد گیلانی کا دل عجیب سی اتھاہ میں ڈوبا اس نے تھکی ہوئی آنکھیں کھول کر یاور علی کا نورانی چہرہ تھا۔

"کیا میری خطائیں قابل معافی ہیں، میں لائق معافی ہوں۔" اس کی آواز اندرونی کرب سے بکھرنے لگی۔

دوسرے پل وہ خود آزاری کی کیفیت میں ہنس پڑا۔

"نہیں یاور صاحب۔ ایسی طفل تسلیاں نہ دیں، موت سامنے دکھائی دے رہی ہے تو مجھے خطاؤں کا خیال آرہا ہے۔"

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"خطا کار اور گناہ گار ہی توتوبہ کرتے ہیں۔" یاور علی کا لہجہ تھپکتا ہوا تھا۔
"توبہ کے آنسو ماضی کی تمام برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کردیتی ہے۔ یہ آنسو خدا کو بہت پسند ہیں یہ اس کی بارگاہ میں ضائع نہیں ہوتے بلکہ شہیدوں کے خون کے قطروں کی طرح بے حد پیار سے چن لیے جاتے ہیں۔"
"کیا میرے جیسے شخص کے لیے بھی یہ دروازہ کھلا ہے۔ جس نے کبھی ایک سجدہ نہ کیا ہو۔ ساری عمر حقوق غصب کیے ہوں۔ حقوق اللہ کی پروانہ کی ہو۔ نافرمانی ہی نافرمانی کی ہو۔ ایں... اس جیسے شخص کے لیے بھی یاور صاحب؟"
وہ ورطہ حیرت میں تھا۔ مگر ایک موہوم سی آس سر اٹھا رہی تھی۔ جیسے بجھتے دیے میں دھیرے دھیرے تیل پڑ رہا ہو۔ کوئی شعلہ سا انڈنا چاہ رہا ہو۔
"ہاں ہر ایک کے لیے۔" یاور علی نے اس کا کمزور سفید ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کر تھپتھپایا۔
"یہ سب شیطان کا بہکاوا ہے۔ یہ آدمی کو مرتے دم تک ذلیل اور رسوا کرنے کی کوشش میں رہتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو راندہ درگاہ کیا تو اس وقت اس نے اس کی مخلوق کو راہ سے بے راہ کرنے کی ٹھان لی تھی۔ رب العزت نے بھی اپنی عزت کی قسم کھائی کہ۔
"میری عزت کی قسم میں اس ابن آدم کے لیے توبہ کا دروازہ بھی اس وقت تک بند نہ کروں گا جب تک اس کے جسم میں روح باقی ہے۔ تو میری عزت کی قسم کھاتا ہے کہ میں نہیں نکلوں گا۔ (ابن آدم کے دل سے جب تک اس کی روح جسم میں باقی ہے) تو میں اپنی عزت کی قسم کھاتا ہوں کہ میں اس کے لیے توبہ کا دروازہ بند نہیں کروں گا تو اگر زہر ہے تو میں ہر ابن آدم کو اس زہر کا تریاق بھی دے رہا ہے کہ اس کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔"
"اس رحیم نے اپنی رحمت کے سو حصے میں سے فقط ایک حصہ دنیا میں اتارا ہے۔ باقی ننانوے حصے رحمت کے اس نے اپنے پاس محفوظ رکھے ہیں۔ تم اس ذات کریم کی کریمی دیکھو اپنے گناہ نہ دیکھو۔ اپنا منہ مت دیکھو اپنے رب کی ذات کریمی کی قدرت کاملہ کو دیکھو۔"
تم نالائق ہو مگر وہ تو لائق ہے نا۔ اور ہمیشہ نالائق لائق کے پاس جائے گا۔ خالی ہاتھ ہمیشہ دینے والے کے سامنے ہی پھیلا ہے سوچو۔ انسان اپنے شفیق القلب بے رحم ہونے کا باوجود یقیناً" مانگنے والے فقیر کو بھی کچھ نہ کچھ دے ہی دیتا ہوگا۔
سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتا ہوگا تو پھر اس کریم کے بارے میں اتنے تنگ ذہن کیوں ہو رہے ہو۔
اس در سے کیوں مایوس ہو رہے ہو اس کی رحمت تو اس کے اپنے غضب پر حاوی ہے۔
ہر خاص و عام کے لیے ہے توبہ فقط ایک توبہ۔ اس بارگاہ گناہوں کے غبار کو مٹا ڈالتی ہے۔"
"عباد گیلانی کو لگا اس کے بجھے سینے میں کوئی نیا دل بے دار ہو رہا ہو۔ اس کھنڈر میں کوئی روشنی پھوٹ رہی ہو۔"
مایوسی کے گھپ اندھیرے میں ننھے ننھے دیئے جھلملا گئے ہوں۔
(ایک سچ تھوڑی سی اذیت دے گا مگر باقی ماندہ اذیتوں کو چوس لے گا۔)
وہ سوچنے لگا۔ اس نے یاور علی کو آواز دینے میں دیر کیوں لگادی۔
ہاں جب یاور علی ایک انسان ہونے کے باوجود اس کی خطاؤں کو معاف کرسکتا ہے تو اس ذات کریمی کی بارگاہ میں جھکنے سے بھلا کیسے وہ مایوس ہو سکتا ہے۔ وہ حازم سے کتنی محبت کرتے ہیں جبکہ یہ محبت اور رحمت کا فقط ایک حصہ ہے جو دنیا میں اتارا گیا ہے۔ تو پھر ننانوے حصے جس کی ذات میں ہیں اس کی محبت رحمت کیسی ہوگی۔
ہاں ایسی ہی ہوتی جیسی یاور علی کہہ رہے ہیں۔ وہ خدا یقیناً" ایسا ہی ہوتا جیسا یاور علی بتا رہے ہیں۔
محبت کا بحر بیکراں جس کی رحمت کی کوئی حد نہیں کوئی منتہا نہیں۔
اس کے سینے سے گھٹی گھٹی سسکیاں نکلنے لگیں۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ایسا لگ رہا تھا جیسے دل پگھل کر آنسوؤں کی صورت بہنا جانا چاہ رہا ہو۔

☆ ☆ ☆

رات کے کھانے کی میز پر حازم نے عاظمہ (سوتیلی ماں) سے پوچھا۔
"آپ پاپا کی طرف گئی تھیں کیا۔" وہ آپ کا پوچھ رہے تھے۔"
اس نے عاظمہ کے میک اپ زدہ چہرے پر ایک نظر ڈالی اور جوس کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگالیا۔
"ہاں' رات تو گئی تھی مگر جلد آگئی۔ وہ دواؤں کے زیر اثر تھا۔" بابر اپنا موبائل اور گاڑی کی چابی کانچ کی تپائی پر پھینکنے کے انداز میں ڈال کر ڈائننگ میز تک آگیا۔
"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ دونوں مل کر پاپا کو کنوینس کیوں نہیں کر سکتے۔ وہ U.K جائیں۔" وہ کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔
"کیا پاپا کو اپنی لائف سے محبت نہیں ہے امیزنگ۔"
"میں تو کہہ کہہ کر تھک چکی ہوں۔ بہت کرلی گرما گرمی۔ تم کیا سمجھتے ہو مجھے اس کی فکر نہیں ہے۔"
عاظمہ کو بابر کی بات چبھی تھی۔
"آخر آپ وائف ہیں ان کی۔" آپ کے پاس کوئی نہ کوئی طریقہ تو ہونا چاہیے۔" حازم بے ساختہ بابر کی اس بات پر عاظمہ کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔
"بکواس نہیں کرو تم۔ تمہارا باپ اس عمر میں تو اتنا ہی ضدی ہے جتنا جوانی میں تھا۔" عاظمہ نے اسے گھور کر دیکھا اور بالوں کے پچھے شانوں سے پیچھے جھٹکتے ہوئے بولیں۔
"کیوں حازم میں نے کیا کوشش نہیں کی۔ خود ڈاکٹر زمان سے بھی اس سلسلے میں بات کی۔"
"میرا مطلب ہے آپ دونوں زبردستی پکڑ کر انہیں کیوں نہیں لے جاتے۔" بابر کے انداز میں ہنوز سکون تھا۔
"وہ کوئی بچہ نہیں ہے کہ ہم پکڑ کر لے جائیں۔"
"بوڑھے اور بچے میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا مما۔" وہ ماں کی نظروں سے متاثر ہوئے بغیر بولا۔
حازم جوس کی چسکیاں بے دلی سے بھرنے لگا۔ عموماً بابر کچھ اس طرح عاظمہ کو چڑایا کرتا تھا۔
"دماغی طور پر بچہ ہونا الگ بات ہے جسمانی طور پر تو وہ بچہ نہیں ہے کہ میں گود میں بھر کر جہاز میں چڑھ جاؤں' عجیب احمقانہ باتیں کرتے ہو۔"
وہ سخت خار کھاتے ہوئے بولیں اور چائے کا مگ تھام کر رخ حازم کی طرف کرلیا۔
تمہیں تو پتا ہے عباد اب کیسی عجیب بہکی بہکی باتیں کرتا ہے کہ موت ہوئی تو یہاں بھی آجائے گی' وہاں بھی آجائے گی۔ پتا نہیں اس کے دماغ میں کیسے فضول خیالات آنے لگے ہیں۔ احساس جرم وغیرہ وغیرہ۔" وہ جھنجلا کر سر جھٹک کر چائے کے گھونٹ بھرنے لگیں۔
حازم غیر محسوس طور پر چونک سا گیا۔
"احساس جرم۔۔۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا گلاس میز پر رکھ دیا اور عاظمہ کو دیکھا۔
"کیسا احساس جرم۔"
"پتا نہیں۔ تم ایسا کیوں نہیں کرتے حازم کہ اسے اس کی کنڈیشن کے متعلق صحیح صحیح بتادو کہ یہاں کوئی ری کوری نہیں ہو رہی ہے۔"
"کوئی فائدہ نہیں ہے انہیں سب خبر ہے۔ بہت اچھی طرح وہ اپنی کنڈیشن سے آگاہ ہیں۔" وہ میز سے اٹھ گیا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"ارے کھانا تو کھالو۔ مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں حازم۔"
عاظمہ اسے اٹھتے دیکھ کر جلدی سے بولیں۔
"کھانا نہیں کھاؤں گا۔ بس ریسٹ کروں گا۔" اس نے کلائی میں بندھی گھڑی پر ایک اچٹتی نظر ڈالی۔
اس کی آنکھوں کے کناروں پر تھکن کی سرخی ہلکورے لے رہی تھی۔ عاظمہ کچھ بے چین نظر آنے لگیں۔ وہ حازم سے لائبہ کے حوالے سے بات کرنا چاہتی تھیں۔
"اپنی ہیلتھ کی طرف بھی دھیان دو حازم۔ تھوڑا بہت ہی کھالیتے' یہ ٹرائفل ہی کھالیتے۔"
"نو تھینکس مما۔" وہ ذہنی طور پر اس قدر منتشر تھا کہ عاظمہ کی غیر معمولی لگاوٹ کو وہ محسوس ہی نہ کرسکا۔
جبکہ بابر ماں کے رویوں کا پس منظر جان کر استہزائیہ آمیز مسکراہٹ سے دیکھنے لگا۔
"آپ کی محنت فضول ہوگی' آپ کی بے سروپا بھانجی۔ کم از کم حازم کو کسی طور سے بھی ہضم نہیں ہوسکتی۔ حازم کی آنکھیں ضرور خراب ہوسکتی ہیں ٹیسٹ نہیں۔"
حازم کا جاتے ہی بابر کی زبان رک نہ سکی ساتھ ہی اس نے محظوظ ہو کر قہقہہ لگایا۔
"حازم کا ٹیسٹ آئی مین کہ پسند جو بھی ہوئی کم از کم لائبہ ہرگز نہیں ہوسکتی۔ اف مجھے تو وہ فلرٹ کے لیے بھی موزوں نہیں لگتی۔" جواباً عاظمہ نے اسے ٹیبل سے اٹھا کر چمچ کھینچ مارا۔
"دن میں دس دس لڑکیوں سے فلرٹ کرتے ہوئے شرم تو آتی نہیں ہے لائبہ تمہیں اچھی طرح سمجھ چکی ہے۔ وہ خود تمہیں منہ نہیں لگاتی۔"
"آہ۔ ہا۔ کاش ایسا ہی ہوتا۔"
"با۔ بر۔ تمہیں سوائے میرا دل جلانے کے آتا ہے کچھ۔" عاظمہ نشانہ خطا ہوتا دیکھ کر اور جل گئیں اور وہاں سے جانے میں ہی عافیت جانی۔

☆ ☆ ☆

کہتے ہیں عورت کی زندگی کا سب سے بڑا المیہ "محبت" سے متعلق ہے۔
مرد اور عورت کی بنیادی محبتوں میں بڑا فرق ہے مرد جب چاہے محبت کرے۔ کروالے۔ نہ کرے۔ محبت کرنے کا ملاپ وصال سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس عورت کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ فقط محبت نہ کرے بلکہ اس سے محبت کی جائے وہ چاہی جائے۔ مگر یہ فعل اس کے بس میں نہیں ہوتا۔ اس کا انحصار مرد پر ہوتا ہے۔ وہ چاہے یا نہ چاہے۔ محبت کرے یا نہ کرے۔ التفات کی نظر ڈالے نہ ڈالے۔
فضا تنویر۔ محبت کر کے بھی تڑپ رہی تھی اسے لگ رہا تھا یہ محبت نہیں سزا ہے' محبوب سے ملنے کے لیے اسے سو سو جتن کرنے پڑے تھے۔ ملاقات کے لیے سو سو جھوٹ باندھ کر گھر سے نکلنا پڑ رہا تھا۔ ملاقات کر کے آئی تو اپنی خوشی اپنی سرشاری اور بدمستی کو چھپانے کا جتن کرنے پڑے تھے۔ اس کا خیال تھا وہ محبت کرنے میں بھی آزاد نہیں ہے۔
وہ اپنے اسٹور نما کمرے میں تیار ہو کر اب جلے پاؤں کی بلی کی طرح ادھر ادھر ٹہل رہی تھی۔ اس کے محبوب نے کہا تھا کہ وہ اس کی گلی کے کنارے پہنچ کر اسے مس کال دے گا۔
اب اسے انتظار تھا کہ اس کی ماں جو صبح سے اپنے میکے جانے کا کہہ رہی تھیں' تیار ہو کر بیٹھی تھیں مگر چادر کی بکل مار کر گھر سے نکل جانے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔
وہ جلی بھنی ادھر ادھر پھرتے ہوئے اپنے شاہی دماغ محبوب کا سوچ رہی تھی کہ جوں ہی اس نے کال دے دی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پھر ایک منٹ کا انتظار نہ کرے گا۔
"فضا میں نکل رہی ہوں۔ باہر آکر دروازہ بند کردو۔"
جہاں آرا کی آواز اسے کسی خوش نما گھنٹی کی طرح لگی۔ اس کی بے قراری کو قرار آگیا۔
"جی۔ اچھا۔ آپ جائیں۔" اس نے اندر سے ہی چیخ کر جواب دیا۔ پھر کھڑکی سے جھری بنا کر جھانکا۔
جہاں آرا گھر سے نکل گئی تھیں۔ اس نے اس بوجھ کے اترتے ہی۔ نئے سرے سے خود کو سنوارنا شروع کیا۔
اور آئینے میں اپنے سراپے پر نظر ڈال کر مطمئن ہو کر گھر کو تالا لگا کر گلی میں آئی۔
وہ اپنی وہائٹ کرولا کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا شوخ سی دھن پر سیٹی بھی بجا رہا تھا۔ گلی میں کھیلتے بچے۔ بڑے شوق اور تجسس سے اس خوبرو ہیرو جیسے لڑکے کو دیکھ رہے تھے مرد حضرات بھی گزرتے ہوئے اس پر نظر ضرور ڈال رہے تھے۔
فضا بڑے بڑے قدموں سے چلتی جلدی سے فرنٹ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔
"ذرا جلدی آجایا کرو، مجھے تو لگتا ہے جیسے میں یہاں ہر نظر کا مجرم ہوں۔"
"بس یہ محلہ ایسا ہی ہے اب جلدی سے گاڑی چلادو۔ میں چادر اتار دوں۔ بڑی گھٹن ہو رہی ہے۔"
"گھٹن تو ہوگی نا۔ اتنا بند بندھا کے آئی ہو جیسے چوری کرتے ہوئے نکل رہی ہو۔" اس نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس کے سراپے پر خاصی کڑی اور تنقیدی نگاہ ڈالی۔
"میں جس طبقے سے تعلق رکھتی ہوں وہاں یوں نکلنا چوری سے بھی زیادہ بڑا جرم ہے۔" وہ کشادہ سڑک پر آتے ہی چادر کو اس طرح اتارنے لگی جیسے واقعی کوئی بوجھ ہو جسے وہ عرصے سے اٹھائی پھر رہی ہو۔
چادر کا گولا بنا کر پچھلی سیٹ پر پھینک دیا۔
چادر اترتے ہی اس کا سجا سنورا سراپا آب و تاب سے جگمگانے لگا اور ہوس زدہ نظروں کو اور بھڑکانے لگا۔
"ہوں۔ گڈ۔" اس خوبرو نوجوان نے بھرپور نگاہ ڈالی اور بڑی نرمی سے اس کے بالوں کی لچکدار لٹ کو کھینچا۔
"اب بولو یہ جرم کہاں جا کر کریں۔" اس کا انداز ذو معنی تھا۔
"کیا مطلب۔" فضا نے نا سمجھ آنے والے انداز میں اسے دیکھا مگر اس کی مقناطیسی نظروں کی تاب نہ لا کر نظریں شرما کر جھکا دیں۔
"کیسی لگ رہی ہوں۔" وہ نگاہوں نگاہوں میں سیراب ہو رہا تھا وہ لوہا گرم دیکھ کر بات آگے بڑھانا چاہ رہی تھی۔
"ہوں۔ کہیں تنہائی میں بیٹھ کر پھر بتاتا ہوں کیسی لگ رہی ہو۔" وہ ہنوز بہکا ہوا تھا۔
"اوہو۔ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے جناب۔" وہ کھلکھلائی اور دوپٹے کا سرکتا ہوا کونا بے ترتیب انداز میں شانے پر ڈالنے لگی۔
"مجھے تو بہت زور کی بھوک لگ رہی ہے آلو پالک کھا کھا کر دل اوب گیا ہے کسی چائنیز ریسٹورنٹ میں لے چلو۔" وہ ادا سے بولی۔
"ہوں۔ بھوک ہی تو لگ رہی ہے۔"
"میں تمہیں کہہ رہی ہوں۔"
"ہوں۔ سن رہا ہوں۔ مگر ابھی چائنیز وائنیز کھانے میں مزا نہیں ہے، میں تمہیں فی الوقت اپنے ایک بے حد اچھے فرینڈ سے ملوانا چاہ رہا ہوں۔ ہم ڈیفنس جا رہے ہیں۔ راستے میں برگر کھلا دیتا ہوں۔"
"کون سا فرینڈ۔ تم نے پہلے تو کبھی ذکر نہیں کیا اس کا۔"
وہ ذرا سا چونکی۔ پھر جانچتی نظروں سے دیکھنے لگی۔ پھر کسی خیال سے مسکراتے ہوئے بولی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"ارے ملوانا تو میں بھی چاہ رہی تھی اپنی ایک فرینڈ سے۔ قسم سے وہ تم سے بہت بدظن ہے۔ اور مجھ سے نالاں ہے۔ کہ میں تم سے کیوں ملتی ہوں۔" وہ حوریہ کے بارے میں اسے بتانے لگی۔
"آ۔ اچھا۔ تمہاری ایسی کون سی فرینڈ ہے جو ظالم سماج بن رہی ہے چلیں اس سے بھی مل لیتے ہیں۔"
"چلو۔ اس سے ملنے جاتے ہیں۔"
"خاطر جمع رکھیے۔ وہ ملے گی نہیں بقول اس کے۔ آپ ایک فلرٹی ہیں۔" وہ یک دم چونکا پھر ابرو اچکا کر سے باقاعدہ گھورا۔
"تم نے میرا ایسا تعارف کرا رکھا ہے اس کے ذہن میں میرا اتنا برا امیج ہے۔"
"ارے نہیں۔ وہ دراصل شادی سے پہلے کی محبت کو برا، فلرٹ اور جھوٹ وغیرہ سمجھتی ہے اس کے خیال میں جو لڑکا شادی سے پہلے ہی لڑکی کو اتنی شاپنگز کراتا ہو، سڑکوں، پارکوں میں لے جا کر گھومتا ہو۔ وہ فیئر نہیں ہو سکتا فلرٹی۔ ایک بدکردار ہو سکتا ہے ضرور۔"
وہ بڑی سادگی سے حوریہ کے خیالات اس کے گوش گزار کر رہی تھی۔
"امیزنگ۔" "اب تو مجھے تمہاری اس فرینڈ سے ملنا ہی پڑے گا۔
"کیا وہ.....سچ کہتی ہے جو کہتی ہے۔" فضا نے الجھ کر اس کی طرف دیکھا۔
"بکواس۔ ایک دم بکواس۔ دراصل وہ تم سے جیلس ہے، بسا اوقات۔ محبت سے محروم لوگوں کے خیالات محبت کرنے والوں کے بارے میں عموماً" ایسے ہی ہوتے ہیں۔"
"مگر وہ محبت سے محروم تو نہیں ہے۔ نہ نظرانداز کیے جانے جیسی لڑکی ہے۔ مجھ سے تو ہر لحاظ سے بہتر ہے۔"
"ہوں۔" وہ سر ہلانے لگا۔
"دراصل اس کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تم مجھ سے اس طرح ملنے کے بجائے شادی کر لو۔ اور سیدھے پروپر راستے سے آؤ۔ غلط تو نہیں کہتی نا۔"
"دیکھو نا۔ آخر میرا باپ بھی تو مجھے چٹ پٹ بیاہنے کے چکر میں ہے۔ آخر کب ــ تک گھر میں آئے کسی بھی پیام کو رد کر سکوں گی۔"
"ہوں ڈیئر!" اس نے سر کو خفیف سی جنبش دی۔ "میں بھی اب اس کہانی کا اختتام کرنا چاہتا ہوں۔"
اس کا لہجہ دھیما تھا لگا جیسے وہ خود سے ہم کلام ہو۔
گاڑی ایک خوب صورت سے بنگلے کے سامنے رک چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

صبح صبح حازم کے نام ایک رجسٹری آئی تھی اور اس کے ایک گھنٹے کے بعد ڈرائیور نے آکر اسے ایک لفافہ دیا جو عباد گیلانی نے اسے بھجوایا تھا۔
وہ آج شام کو عباد گیلانی کو اسپتال سے گھر منتقل کرنا چاہ رہا تھا۔ وہ اسپتال سے ہو کر ہی آیا تھا۔ پھر گھنٹہ بھر کی نیند لے کر اٹھا تھا۔ اور تب سے لے کر اب تک وہ گہرے اضمحلال کا شکار رہا۔
اسے لگا یہ طویل قسم کا خط اسے اندر باہر سے ہلا کر رکھ گیا ہے۔ کوئی چھوٹا سا آٹومیٹک بم تھا جو اس کے دل کے اندر رکھا ہوا تھا اور اب بلاسٹ ہو گیا ہو۔ یہ خط اسے اس کے نانا یاور علی نے بھیجا تھا اور ایسا ہی میٹر تقریباً" اس کے باپ عباد گیلانی نے بھجوایا تھا۔
وہ خطوط کیا تھے۔ ایک کہانی تھی جو برآمد ہوئی تھی اس کے لیے محض انوکھی نہیں تھی بلکہ ایک اعصاب شکن

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ثابت ہوئی تھی وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کا باپ اس کے ساتھ اتنا بڑا فریب بھی کر سکتا ہے اتنا بڑا دھوکا بھی دے سکتا ہے۔

شکسپیئر کے بقول دنیا ایک اسٹیج ہے ٹھیک ہی ہے ہر شخص اداکار ہے اور اس کا باپ بھی ایک بڑا اداکار تھا اور شاید اپنا کردار ادا کر رہا تھا۔ ایک اذیت آمیزی سے اس نے زور سے آنکھیں میچ کر بیڈ کراؤن سے سر ٹکا لیا۔

اس کے ذہن کے کسی گوشے میں اس کی ماں کے لیے اچھے خیالات نہیں تھے' اس کی نگاہ میں وہ ایک بے وفا' بد کردار اور بے حس عورت تھی اس نے اپنی زندگی میں ہزارہا عورتوں کو دیکھا تھا۔

ہر مزاج' ہر عادت' خوب صورت' بد صورت' باکردار' بد کردار مگر اپنی ماں کے تصور کا ساتھ اس کے اندر ایک عجیب زہریلی ناگن کا تصور ابھرا تھا جس کے ڈسے کا تریاق نہ ہو پائے۔ اور اس کے خیال میں اس کا باپ بستر مرگ پر اسی ناگن کے ڈسنے کی وجہ سے تھا آج۔

اس نے آنکھیں کھول کر بیڈ پر بکھرے کر کاغذوں کو دیکھا۔

کاش۔ اس کا باپ یہ سب کچھ اسے نہ بھیجتا۔ اس کے ذہن میں اچھا خاصا انتشار برپا تھا۔ وہ یوں ہی ساکت بیٹھے ان پرچوں کو دیکھتا رہا پھر بستر چھوڑ کر اپنی خواب گاہ سے باہر آگیا۔ وہ ٹیرس میں چلا آیا۔ عاظمہ کے کمرے کا دروزہ بند تھا۔ ملازم اپنے اپنے کاموں میں منہمک تھے۔

ٹیرس کے ایک کونے کی ریلنگ سے لگ کر وہ سگریٹ سلگانے لگا۔

یہ ٹیرس فرنچ طرز کا تھا اس کی دو دیواریں پرنٹڈ گلاس کی تھیں اور ایک طرف لکڑی کا خوش نما جنگلا تھا۔ جو کشادہ دریچے کی طرح تھا یہاں سے باغیچے کا خوش نما حصہ دکھائی دیتا تھا۔ وہ اسی جنگلے سے لگ کر سلگائی ہوئی سگریٹ کے دو تین گہرے گہرے کش لے کر اپنے منتشر اعصاب سنبھالنے لگا۔ مگر لگ رہا تھا کسی منہ زور ہوا کو راستہ مل گیا ہو۔ وہ کچھ دیر خالی نظروں سے فضا کو تکتا رہا۔

"چائے پیجئے گا صاحب۔" عقب سے امیر علی کی آواز آئی۔

وہ پلٹا۔ امیر علی باادب کھڑا تھا یہ اس کے باپ کا بہت پرانا اور وفادار ملازم تھا۔

"چائے یا کوئی جوس وغیرہ لاؤں۔"

"نہیں۔ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ تم ادھر آؤ۔"

وہ قریبی رکھی چیئر پر بیٹھ گیا۔ امیر علی اس کے نزدیک آکر باادب کھڑا ہو گیا۔

"امیر علی۔ تم نے کبھی میری ماں کو دیکھا ہے میرا مطلب ہے تم یہاں آئے تو وہ تھیں۔" اس نے کرسی کی پشت سے لگ کر ہلکے ہلکے جھولتے ہوئے امیر علی کو مخاطب کیا۔ مگر اس کی نظریں امیر علی کے چہرے کی بجائے بھاگتے دوڑتے بادلوں پر جمی تھیں۔ "وہ کیسی تھیں۔ ایسی ہی جیسا پاپا بتاتے آئے ہیں۔"

"میں نے انہیں نہیں دیکھا۔ میں جب آیا تو وہ یہاں نہیں ہوتی تھیں۔" امیر علی کا لہجہ دھیما تھا۔ پھر اس کی اٹھنے والی نگاہوں سے نظریں چرا کر فرش کو گھورتے ہوئے بولا۔

"آپ ہی ہوا کرتے تھے۔ بہت چھوٹے ہوا کرتے تھے جی۔"

"ہوں۔ کبھی کوئی تصویر دیکھی۔"

"نہیں۔" امیر علی کی نظریں اب بھی فرش پر جمی تھیں۔

پھر یک دم خیال آنے بولا۔

"ارے حازم صاحب آپ کے نام رجسٹری آئی ہے۔ میں دینا ہی بھول گیا آپ کو۔ ابھی لایا۔" اور یہ دوسری رجسٹری اس کے نانا نے بھجوائی تھی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پے در پے انکشافات۔ اب کوئی نئی کہانی۔ ایک تلخ مسکراہٹ اس کے بھنچے ہوئے لبوں سے پھسل کر منجمد ہو گئی۔

اس نے کمرے میں آکر بے دلی سے لفافہ چاک کیا ایک چکنی چمکتی تصویر پھسل کر۔ اس کی گود میں آگری۔

اس نے خفیف سی حیرت کے ساتھ تصویر اٹھائی تو ایک بے حد پر کشش عورت کی تصویر تھی۔

جدید ترش کے فرانسیسی لیس کے نیلے اور سیاہ امتزاج کے شلوار سوٹ پر ایک طرف دوپٹا پھیلائے عورت دکھائی دے رہی تھی۔ تصویر میں اس کی ستواں ناک میں پڑی لونگ بہت نمایاں اور روشن دکھائی دے رہی تھی آنکھوں میں مدھم مسکراہٹ تھی۔ اور ہونٹوں کے اوپری خوش نما تل تھا۔ جیسے وہ بھی مسکراتا دکھائی دے رہا تھا۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کے ہمراہ پوری کائنات مسکرا رہی ہو۔

وہ جس باغ میں کھڑی تھی اس باغیچے کا کوئی حصہ معلوم ہو رہی تھی۔

وہ یقیناً "ایک بھرپور عورت تھی۔ اس نے حیرت کے ساتھ تصویر کو بہ نظر غور دیکھا پھر تصویر پلٹا تو پیچھے سفید گتے پر سیاہ روشنائی سے جلی حروف میں لکھا ہوا تھا۔

"مومنہ یاور۔"

حازم کو ایک پل اپنے اعصاب کھنچتے ہوئے محسوس ہوئے۔ یہ نام اس کے لیے اجنبی نہیں تھا اسے لگا اس کے اعصاب شیشے کی طرح اکڑنے لگے ہوں اور ایک چیخ کے ساتھ اچانک بکھر جائیں گے۔ وہ سیاہ روشنائی کو گھورتا رہا پھر آہستگی سے تصویر پلٹی۔

وہ پر کشش عورت اب کچھ اور پر کشش دکھائی دینے لگی تھی۔

تو یہ تھی اس کی ماں۔ ایک زندہ بھرپور کردار۔

اس کے اکڑے ہوئے اعصاب چند لمحوں کے بعد ڈھیلے پڑ گئے۔ اس نے عجیب احساس محرومی سے اپنے دل کو کٹتا ہوا محسوس کیا۔

Downloaded From
Paksociety.com

ایک نامانوس سی آگ اپنے پہلو سے اٹھتی محسوس کی۔

تصویر پر اس کی انگلیوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔

اس نے تصویر اسی لفافے میں ڈال دی۔ اس لفافے میں ایک خط بھی تھا چند فل اسکیپ صفحات پر مبنی تھا۔

(باقی آئندہ ملاحظہ فرمائیں)

☆ ☆

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لئے خوبصورت ناول

شائع ہو گئے ہیں

☆ تتلیاں، پھول اور خوشبو — راحت جبیں — قیمت: 250 روپے
☆ بھول بھلیاں تیری گلیاں — فائزہ افتخار — قیمت: 600 روپے
☆ محبت بیاں نہیں — لبنیٰ جدون — قیمت: 250 روپے

خوبصورت سرورق
خوبصورت چھپائی
مضبوط جلد
آفسٹ پیپر

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY